قرآنِ مجید نور ہے

آنکھوں اور قلوب کی بصارت وبصیرت کیلئے لازم ہے کہ نور یعنی روشنی (visible light) موجود ہو۔ ارشاد فرمایا

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَكُم بُرْهَـٰنٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ﴿١٧٤﴾ (النساء ۴۔۱۷۴)

"اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل، ثبوت آچکا ہے اور ہم نے تمہارے لئے روشن نور نازل کردیا ہے"

يَـٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَـٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا

"اے اہلِ کتاب! ہمارے رسول (کریم ﷺ) تمہارے پاس تشریف لائے ہیں

يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ ٱلْكِتَـٰبِ وَيَعْفُوا۟ عَن كَثِيرٍ ۚ

جو بہت کچھ تمہارے لئے بیّن (واضح، عیاں) کرتے ہیں اس میں سے جو تم کتاب میں سے چھپاتے ہو

اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتے ہیں۔

قَدْ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٌ وَكِتَـٰبٌ مُّبِينٌ ۝

اللہ کی جانب سے تمہارے پاس نور اور قرآنِ مجید (جَآءَ۔ واحد مذکر غائب، کتاب مبین) آگیا ہے" (المائدہ۔۱۵)

اللہ تعالیٰ کے فرمان سے واضح ہے کہ اللہ کے رسول کی عدم موجودگی میں کتاب میں سے بہت کچھ لوگوں سے چھپایا جاتا ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَـٰقَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُۥ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُۥ

"اور اللہ نے ان لوگوں سے جنہیں کتاب دی گئی تھی اقرار (میثاق) لیا تھا کہ

"تم کتاب کو لوگوں کیلئے واضح بیان کروگے اور کتاب چھپاؤ گے نہیں"

فَنَبَذُوهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ وَٱشْتَرَوْا۟ بِهِۦ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ

مگر انہوں نے اپنے میثاق رکتاب کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا اور اس کے عوض تھوڑی سی قیمت (معاشی فوائد، دنیاوی شہرت) لے لی۔

فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ۝ افسوس! کیا برا سودا وہ کرتے ہیں!" (آلِ عمران۔۱۸۷)۔

اور بنی اسرائیل کے علماء اور مفکرین کیا کرتے ہیں تَجْعَلُونَهُۥ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا ۖ

"(توریت) جسے تم ورق ورق کرکے ظاہر کرتے ہو اور زیادہ کو چھپا جاتے ہو" (حوالہ الانعام۔۹۱)۔ ان کے ہاں روایتوں کی بھرمار ہے۔

بنی اسرائیل اور ان سے بھی جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں میثاق لئے گئے تھے لیکن اس کے ایک حصے کو وہ بھول گئے (حوالہ المائدہ ۱۲۔۱۴) بنی اسرائیل سے لئے گئے میثاق کی ایک شق یہ تھی کہ رسولوں پر ایمان لائیں گے اور ان کی مدد کریں گے۔ ان کے ایک گروہ نے عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لاکر اپنے عہد کو توڑ دیا اور ملعون ٹھہرے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد تشریف لانے والے ایک رسول (حوالہ الصف۔۶) اور اللہ تعالیٰ نے توریت اور انجیل میں تحریری طور پر آقائے نامدار، خاتم النبیین ﷺ کے متعلق خوشخبری بنی اسرائیل کو دے دی تھی (حوالہ الاعراف۔۱۵۷)۔ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی بنی اسرائیل کے ایمان لے آنے والے گروہ سے میثاق لیا تھا جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں کہ آنے والے رسولِ کریم ﷺ پر ایمان لانا ہے اور ان کی عزت و توقیر سے مدد کرنا ہے جن کے بارے میں انجیل میں تحریری طور پر بھی بتا دیا گیا تھا۔ اہلِ کتاب کو بتایا گیا کہ جن کے آنے کا صدیوں سے انہیں انتظار تھا وہ رسولِ کریم ﷺ تشریف لے آئے ہیں اور ان کے ساتھ نور یعنی کتاب مبین بھی آ گئی ہے

يَهْدِي بِهِ ٱللَّهُ مَنِ ٱتَّبَعَ رِضْوَٰنَهُۥ سُبُلَ ٱلسَّلَٰمِ

"جس کے ذریعے اُن لوگوں کو جو اس کی خوشنودی پر چلتے ہیں وہ سلامتی کا راستہ دکھائیں گے

وَيُخْرِجُهُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ بِإِذْنِهِۦ

اور اللہ کے اذن سے انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکال لے جائیں گے

وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ اور سیدھی راہ کی طرف ان کی راہنمائی کریں گے" (المائدہ۔۱۶)

اللہ رب العزت نے ایمان لانے والوں کو حکم دیا

ٱتَّبِعُوا۟ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا۟ مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ

"(اے ایمان لانے والو!) اس کی اتباع (پیروی) کرو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔

اور اس نازل کردہ (قرآنِ مجید) کے علاوہ دوسرے اولیاء کی اتباع نہ کرو" (حوالہ الاعراف۔۳)

واضح فرمایا کہ قرآنِ مجید اہل ایمان کا "ولی" ہے۔ "ولی" کے ایک معنی اور صفت راہنمائی، رہبری اور ہدایت دینا اور اندھیروں سے نکال کرا جالے میں لے جانا ہے۔ یہ معنی انتہائی واضح ہیں

ٱللَّهُ وَلِيُّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ يُخْرِجُهُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ

"اللہ ان کا ولی ہے جو ایمان لائے ہیں۔ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا ہے" (حوالہ البقرۃ۔۲۵۷)

اور قرآنِ مجید کے نزول کا مقصد بتایا:

كِتَـٰبٌ أَنزَلۡنَـٰهُ إِلَيۡكَ لِتُخۡرِجَ ٱلنَّاسَ مِنَ ٱلظُّلُمَـٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ

'ایک کتاب، اسے ہم نے آپ (ﷺ) پرنازل کیا ہے تا کہ آپ (ﷺ) لوگوں کو اندھیروں میں سے نور کی طرف نکال کرلے جائیں

بِإِذۡنِ رَبِّهِمۡ إِلَىٰ صِرَٲطِ ٱلۡعَزِيزِ ٱلۡحَمِيدِ ٥

ان کے رب کی اجازت سے، قوت وغلبہ رکھنے والے صاحب تعریف اللہ کے راستے کی طرف'' (حوالہ سورۃ ابراہیم (علیہ السلام)۔۱)۔

هُوَ ٱلَّذِى يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبۡدِهِۦۤ ءَايَـٰتِۭ بَيِّنَـٰتٍ لِّيُخۡرِجَكُم مِّنَ ٱلظُّلُمَـٰتِ إِلَى ٱلنُّورِۚ

''وہی اپنے بندے (آقائے نامدار ﷺ) پر (قرآنِ مجید کی) واضح آیتیں نازل فرماتا ہے

تا کہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے جائے'' (حوالہ الحدید۔۹)

رَّسُولًا يَتۡلُواْ عَلَيۡكُمۡ ءَايَـٰتِ ٱللَّهِ مُبَيِّنَـٰتٍ

''رسول (کریم ﷺ) تمہیں (نازل کردہ ذکر، قرآنِ مجید) کی واضح، بین آیات سناتے ہیں

لِّيُخۡرِجَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ

تا کہ ایمان لانے اور صالح عمل کرنے والوں کو نکال لے جائیں

مِنَ ٱلظُّلُمَـٰتِ إِلَى ٱلنُّورِۚ اندھیروں سے اجالے میں'' (حوالہ سورۃ الطلاق۔۱۱)

یہ بحث ہمیں اسی نکتے پر لائی ہے کہ قرآنِ مجید اہل ایمان کا ''ولی'' ہے۔ ''(اے ایمان لانے والو!) اور اس نازل کردہ (قرآنِ مجید) کے علاوہ دوسرے اولیاء کی اتباع نہ کرو'' (حوالہ الاعراف۔۳)۔ کاش کہ ہم اسے تھام لیں اور دنیا میں ٱلۡعِزَّةَ (غلبہ وقوت) پالیں۔

اللہ رب العزت نے انسانوں کو ایمان لانے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا

فَـَٔامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلنُّورِ ٱلَّذِىٓ أَنزَلۡنَاۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٨﴾

''اس لئے اللہ اور اس کے رسول (کریم ﷺ) اور اس نور (قرآنِ مجید) پر جو ہم نے نازل کیا ہے ایمان لے آو۔

اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے'' (التغابن۔۸)

لیکن اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی خواہش، ارادہ اور تگ ودو یہ ہے

يُرِيدُونَ أَن يُطۡفِـُٔواْ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفۡوَٲهِهِمۡ

''وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں'' (حوالہ سورۃ التوبہ۔۳۲)

يُرِيدُونَ لِيُطْفِـُٔواْ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ

''وہ تگ ودو، تدبیر کرتے ہیں تا کہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں'' (حوالہ الصف۔۸)۔

آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ لوگوں کو مِنَ ٱلظُّلُمَـٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ اندھیروں سے نکال کر نور (اجالے، روشنی) میں لے جاتے ہیں۔ جہاں روشنی (نور) نہ پہنچے اندھیرے جنم لیتے ہیں۔ نور صیغہ واحد ہے اور اندھیرے کیلئے جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ اندھیرے کی منتہا وہ ہے جہاں آنکھ کے قریب ترین لائے جانے والے ہاتھ بھی دکھائی نہ دیں۔ سورۃ الرعد کی آیت ۱۶ اور فاطر کی آیت ۱۹۔۲۰ میں اندھیروں اور نور کے مقابل اندھے اور بصیر (آنکھوں والے) انسان کی مثال دی گئی ہے۔ اندھے کیلئے اندھیرے کا مفہوم گپ اندھیرا ہوتا ہے کہ اسے کچھ دکھائی نہیں دیتا لیکن بصارتوں والے کیلئے اندھیروں میں روشنی کی کرن ہمیشہ ہوتی ہے کہ اسکی آنکھیں اس مقام پر نہیں پہنچی ہوتیں جہاں کچھ دکھائی نہ دے۔

روشنی (نور) کو ذہن وقلب سے دیکھا جاتا ہے کیونکہ آنکھیں تو بس ایک ذریعہ، ایک وسیلہ ہیں۔ آنکھیں اپنے اردگرد کی ہر چیز کو دیکھتی ہیں، درخت، نباتات، چرند پرند، رات اور دن، چاند اور سورج، موسموں کے تغیرات لیکن اگر قلب وذہن ان پر **(reflect)** غور وفکر نہ کریں اور آسمان پر چمکتے ستارے زمین اور سمندر پر اندھیرے میں راستہ نہ دکھا سکیں تو بصارتوں والا انسان اس سے مختلف کیونکر کہلائے گا جو اندھا ہونے کی بنا پر ستاروں کو دیکھ ہی نہیں سکتا؟

نور کے معنی آگ کا شعلہ نہیں ہیں کہ يُرِيدُونَ أَن يُطْفِـُٔواْ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ اس کا مفہوم یہ ہو کہ وہ مونہوں کی پھونکوں سے اسے بجھانا چاہتے ہیں۔ اللہ کی کتاب قرآنِ مجید نور ہے جو لوگوں کو ہدایت مہیا کر کے صراط مستقیم کی راہ دکھاتی ہے۔ اہلِ کتاب کی خواہش، ارادہ اور کاوش یہ ہے کہ بِأَفْوَٰهِهِمْ اپنی من گھڑت منہ کی باتوں (جن کا حقیقت، عقل ودلیل سے کوئی واسطہ نہیں) کے ذریعے بیانِ حقیقت کی تلبیس کر کے اور حق بات کو چھپا کر کہانیوں، داستانوں اور روایتوں کی اس قدر جھاگ پیدا کر دی جائے کہ اللہ کے نور، قرآنِ مجید کی دی ہوئی ہدایت اور صراط مستقیم کو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا جائے۔

يُرِيدُونَ کا مادہ ''ر و د'' ہے۔ کسی چیز کی طلب میں بار بار آمد ورفت کو کہتے ہیں۔ کسی چیز کی طلب میں چلتے رہنا۔ پیہم حرکت میں رہنا (تاج ومحیط)۔ اس کے بنیادی معنوں میں کسی کام کیلئے حرکت اور تگ ودو کا تصور نمایاں رہتا ہے اسی لئے ارادہ کے معنی چیز کی خواہش یا طلب ہو گئے۔ اہل کتاب کس تگ ودو میں ہیں؟

أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ أُوتُواْ نَصِيبًا مِّنَ ٱلْكِتَـٰبِ يَشْتَرُونَ ٱلضَّلَـٰلَةَ

''کیا تم نے ان لوگوں کو بھی دیکھا ہے جنہیں کتاب میں سے کچھ علم دیا گیا ہے۔ وہ خود ضلالت کے خریدار بنے ہوئے ہیں

وَيُرِيدُونَ أَن تَضِلُّواْ ٱلسَّبِيلَ ۝ اور چاہتے ہیں (اس کوشش اور تگ ودو میں ہیں) کہ تم بھی راہ گم کردو'' (النساء۔۴۴)

بِأَفْوَٰهِهِمْ کا مادہ ''ف و ہ'' ہے۔اس کے معنی منہ کے ہیں۔ بتایا کہ اللہ کو پکارنا حق ہے۔اور اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنا اس مثل ہے

إِلَّا كَبَـٰسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى ٱلْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَـٰلِغِهِۦ

'' مگر اس کی طرح جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے کہ وہ اس کے منہ تک پہنچے، مگر وہ اسے کبھی نہ پہنچے'' (حوالہ الرعد۔۱۴)

'ف و ہ'' کی جمع افواہ ہے۔اس کے معنی مسالے اور وہ چیزیں بھی ہیں جو خوشبو کیلئے ڈالی جائیں۔انواع و اقسام کی چیزیں (تاج)۔قرآنِ مجید میں أَفْوَٰهِهِمْ زیادہ تر لوگوں کی گفتگو اور باتوں کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔جیسے

ٱلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰٓ أَفْوَٰهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ أَيْدِيهِمْ

''آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے'' (حوالہ سورۃ یٰس۔۶۵)

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَٰهِهِمْ

''بات جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے (جھوٹ میں) بہت بڑی ہے'' (حوالہ الکھف۔۵)

''قرآنِ مجید نے جہاں کہیں ان کے قول کو أَفْوَٰهِهِمْ ان کے مونہوں کی طرف منسوب کیا ہے وہاں ان کے جھوٹ اور من گھڑت باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔یعنی وہ صرف زبان سے ایسا کہتے ہیں۔ان کے دل کی تائید اس کے ساتھ شامل نہیں'' (راغب)۔جناب راغب کے بتائے ہوئے یہ معنی اور مفہوم سورۃ آلِ عمران کی آیت ۱۶۷ میں واضح ہیں

يَقُولُونَ بِأَفْوَٰهِهِم مَّا لَيْسَ فِى قُلُوبِهِمْ '' وہ اپنے مونہوں سے وہ بات کہتے تھے جو ان کے دلوں میں نہیں تھی''۔

(منافقین کے متعلق بتایا) قَالُوٓاْ ءَامَنَّا بِأَفْوَٰهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِن قُلُوبُهُمْ ''اپنے منہ سے تو کہتے ہیں ''ہم ایمان لائے'' مگر ان کے دلوں نے نہیں مانا'' (حوالہ المائدہ۔۴۱)

أَفْوَاهِهِمْ ''ان کے مونہوں کی باتوں'' کیلئے کوئی (بُرْهَـٰنَ) دلیل اور ثبوت نہیں ہوتا۔ یہ کھوکھلے الفاظ ہیں جن کے ذریعے اتنی بڑی آرزو پوری کرنا چاہتے ہیں يُرِيدُونَ أَن يُطْفِـُٔوا۟ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ ''وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں''۔ سورۃ التوبہ کی آیت ۳۲ میں یہ بات اہل کتاب کے أَفْوَاهِهِمْ مونہوں کی، بن دلیل اور ثبوت، کھوکھلی اور جھوٹی باتوں کے ضمن میں کہی گئی ہے۔ فرمایا

وَقَالَتِ ٱلْيَهُودُ عُزَيْرٌ ٱبْنُ ٱللَّهِ وَقَالَتِ ٱلنَّصَـٰرَى ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ ٱللَّهِ ۖ

''اور یہود کہتے ہیں ''عزیر اللہ کا بیٹا ہے'' اور نصاریٰ کہتے ہیں ''مسیح (علیہ السلام) اللہ کا بیٹا ہے''

ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَٰهِهِمْ ۖ یہ صرف ان کے مونہوں کی بات ہے۔

يُضَـٰهِـُٔونَ قَوْلَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِن قَبْلُ ۚ وہ قدیم کافروں کے قول کی نقل کرتے ہوئے جھوٹ کہتے ہیں'' (التوبہ ۳۰)

اور الصّف کی آیت ۷ کا سیاق وسباق بھی جھوٹی باتیں افتراء کرنے کے متعلق ہے

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ ٱفْتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ ''اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو باتیں خود وضع کر کے اللہ سے منسوب کرتا ہے'' (حوالہ الصّف۔۷)

سورۃ الانعام کی ۹۳، ھود کی ۱۸ اور العنکبوت کی آیت ۶۸ کی ابتدا میں کہا

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ ٱفْتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا ''اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو جھوٹی باتیں خود وضع کر کے اللہ سے منسوب کرتا ہے''۔ اور وَمَنْ کی بجائے فَمَنْ کے فرق کے ساتھ الکہف کی آیت ۱۵ کے آخر میں یہی بات کہی گئی ہے۔ اور سورۃ الانعام کی آیت ۲۱ میں بھی کہا وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ ٱفْتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِـَٔايَـٰتِهِۦٓ ۗ اور معمولی تغیر سے یہ بات الاعراف کی آیت ۳۷ اور سورۃ یونس کی آیت ۱۷ کی ابتدا میں دہرائی گئی ہے

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ ٱفْتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِـَٔايَـٰتِهِۦٓ ۚ۔

''اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو جھوٹی باتیں خود وضع کر کے اللہ سے منسوب کرتا ہے یا اللہ کی آیات کو جھٹلائے؟''

اللہ کے حوالے سے جھوٹ گھڑنے والوں کے متعلق سورۃ الانعام کی آیت ۱۴۴ میں فرمایا:

فَمَنۡ أَظۡلَمُ مِمَّنِ ٱفۡتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبٗا لِّيُضِلَّ ٱلنَّاسَ بِغَيۡرِ عِلۡمٍۗ

''پھراس سے بڑا ظالم کون ہے جو باتیں خود وضع کر کے اللہ سے منسوب کرتا ہے کہ بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کردے''۔

باتیں وضع کر کے اللہ سے منسوب کرنے کا ایک انداز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ شخص اپنی اختراع کی ہوئی باتوں کے بارے میں کہے أَوۡ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمۡ يُوحَ إِلَيۡهِ شَيۡءٞ ''یا کہتا ہے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے حالانکہ اس کی طرف کچھ بھی وحی نہیں کیا گیا'' اور ایسے شخص کے بارے میں بھی کہا گیا کہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جو کہے کہ میں بھی ویسا ہی نازل کردونگا یعنی بیان کر دوں گا جیسا کلام اللہ نے نازل کیا ہے وَمَن قَالَ سَأُنزِلُ مِثۡلَ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُۗ ''اور جس نے کہا کہ میں بھی ویسا ہی بیان کردونگا جیسا اللہ نے نازل کیا ہے'' (حوالہ الانعام۔۹۳)۔سورۃ الانفال کی آیت ۳۱ میں بتایا

وَإِذَا تُتۡلَىٰ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتُنَا قَالُواْ قَدۡ سَمِعۡنَا لَوۡ نَشَآءُ لَقُلۡنَا مِثۡلَ هَٰذَآ ''اور جب انہیں ہماری آیتیں سنائی جاتیں تو وہ کہتے ''ہم نے سن لیا ہے۔اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس کی مانند کہہ دیں''۔کلام اللہ کے اثر کو زائل کرنے کیلئے یہ لوگ اپنے دام فریب میں پھنسے ہوئے لوگوں کے سامنے یہ جھوٹا دعوی کرتے تھے۔یہ محض ان کے منہ کی بات تھی ایسا کر کے دکھاتے نہیں تھے اور اس خیال سے کہ کوئی انہیں اپنے دعوی پر عمل کر کے دکھانے کا نہ کہہ دے خود ہی یہ بھی پکارتے تھے ''اے اللہ! اگر یہی تیری طرف سے بیان حقیقت ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر دردناک عذاب لا'' (حوالہ الانفال۔۳۲)

يُرِيدُونَ أَن يُطۡفِـُٔواْ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفۡوَٰهِهِمۡ ''وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں''

يُرِيدُونَ لِيُطۡفِـُٔواْ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفۡوَٰهِهِمۡ ''وہ تگ ودو، تدبیر کرتے ہیں تاکہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں'' (حوالہ التوبہ۔۳۲ اور الصف۔۸)۔اہلِ کتاب کی خواہش، ارادہ اور کاوش یہ ہے کہ بِأَفۡوَٰهِهِمۡ اپنی من گھڑت منہ کی باتوں (جن کا حقیقت، عقل ودلیل سے کوئی واسطہ نہیں) کے ذریعے بیانِ حقیقت کی تلبیس کر کے اور حق بات کو چھپا کر کہانیوں، روایتوں کی اس قدر جھاگ پیدا کر دی جائے کہ اللہ کے نور، قرآنِ مجید کی دی ہوئی ہدایت اور صراط مستقیم کو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا جائے۔

اللہ رب العزت نے واضح فرمادیا

وَيَأۡبَى ٱللَّهُ إِلَّآ أَن يُتِمَّ نُورَهُۥ وَلَوۡ كَرِهَ ٱلۡكَٰفِرُونَ ۝

'' مگر اللہ اپنے نور کو مکمل کئے بغیر نہیں رکے گا اگرچہ انکار کرنے والے اسے ناپسند کریں'' (حوالہ التوبہ۔۳۲)

وَٱللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَٰفِرُونَ ٥

'' مگر اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا اگر چہ انکار کرنے والوں کو برا لگے'' (حوالہ الصف۔۸)۔

قرآن مجید کو نُورًا مُّبِينًا اور ٱلنُّورِ قرار دیا گیا۔ اور انداز نزول بتایا وَرَتَّلْنَـٰهُ تَرْتِيلًا 'اور ہم نے اسے حسن تناسب سے، ٹھہر ٹھہر کر آپ کو پڑھا ہے'' (حوالہ الفرقان۔۳۲)

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ ٱلْقُرْءَانَ تَنزِيلًا ﴿٢٣﴾ ''(اے رسولِ کریم ﷺ) ہم نے ہی آپ (ﷺ) پر یہ قرآن (مجید) تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے'' (سورۃ الانسان (الدھر)۔۲۳)۔

قرآنِ مجید کے نزول کے آغاز سے قبل بنی اسرائیل 'کفر کرنے والوں' پر فیصلہ کن غلبہ حاصل کرنے کے شوق اور خواہش میں نبی ﷺ اور کتاب کا انتظار کر رہے تھے اور جب کتاب نازل ہوگئی تو پہچان لینے کے باوجود اس حسد اور جلن سے انکار کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس فضلِ عظیم کے لئے امیین میں سے آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کو چن لیا۔ اور انکار کرنے کے لئے بہانہ اور جواز یہ پیش کیا کہ اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ان پر نازل ہوا تھا اور اس کے علاوہ کو نہیں مانتے۔ اس جواب میں ان کے 'سیانوں' کا 'سیانہ پن' چھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ قرآنِ مجید اس کی بھی تصدیق کرتا ہے جو ان پر پہلے نازل ہوا تھا۔ اپنے پر نازل شدہ کی تصدیق سے کھلم کھلا انکار کر کے عوام الناس کو مطمئن اور قرآن مجید سے دور رکھنا ان کے لئے ممکن نہ رہتا اور اپنے پر نازل کردہ کی تصدیق کرنے والی بات کا کھلم کھلا اقرار عوام الناس کو اس کی حقانیت کا یقین دلانے کے مترادف ہوتا اور اس کی دوسری باتوں کو نہ ماننے کا کوئی قابل قبول جواز پیش کرنے سے عاجز ہوتے۔ ان دونوں باتوں سے بچتے ہوئے اور کوئی خطرہ مول لئے بغیر اپنے جواب کے لئے الفاظ کا چناؤ اس طریقے سے کیا کہ بات مبہم رہے یعنی ''اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل ہوا تھا اور اس کے علاوہ کو نہیں مانتے''۔ ان کے اپنے پر نازل کردہ پر ایمان لانے کی اصلیت کا پول کھولنے کے لئے ان سے ماضی کی چند تلخ حقیقتوں کے حوالے سے سوال کرنے کے بعد انہیں بتایا گیا کہ جس پر ایمان رکھنے کا دعویٰ ہے اس کی تصدیق کرنے والے اللہ کے رسول کریم ﷺ جب تشریف لائے تو ان کے ایک فریق نے اپنی کتاب ہی کو پیٹھ پیچھے یوں پھینک دیا جیسے اسے جانتے ہی نہ تھے۔ اور ان کے ایک دوسرے گروہ کے متعلق سورۃ آلِ عمران کی آیات ۷۲۔۷۳ میں بتایا کہ وہ دوسروں سے کہتا ہے کہ ایمان لے آنے والوں کو تذبذب کا شکار کرنے کی کوشش کے طور پر اہلِ ایمان پر جو نازل ہوا ہے اسے دن کے شروع میں مان لو اور پھر پچھلے پہر اس کا انکار کر دو مگر کسی کی بات نہ مانو سوائے اس کے جو تمہارے دین کی پیروی کرے۔ اور آلِ عمران ہی کی آیت ۱۱۹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب وہ اہلِ ایمان سے ملتے تو کہتے کہ وہ ایمان لے آئے ہیں مگر جب الگ ہوتے تو غصے سے اپنی انگلیاں کاٹتے۔

قرآنِ مجید جب بتدریج نازل ہورہا تھا تو اس وقت اہل کتاب اور مشرکین کی ایک خواہش یہ بھی تھی:

مَّا يَوَدُّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنْ أَهْلِ ٱلْكِتَـٰبِ وَلَا ٱلْمُشْرِكِينَ

''(اے ایمان لانے والو) اہلِ کتاب میں سے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے اور نہ مشرکین چاہتے ہیں

أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ مِّن رَّبِّكُمْ

کہ تمہارے رب کی طرف سے خیر (آیاتِ قرآن مجید) میں سے کچھ تم پر نازل ہو '' (حوالہ البقرۃ۔۱۰۵)

لفظ خَيْرٍ کے عمومی معنی مرغوب اور مفید چیز کے ہیں۔ یہ شرف و برتری اور فضیلت و کرم کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید میں یہ لفظ 'ضر'، 'فتنہ اور 'شر' کے مقابل آیا ہے۔ لیکن خَيْرٍ میں سے يُنَزَّلَ عَلَيْكُم والی بات قرآنِ مجید میں سورۃ البقرۃ کی آیت میں ان الفاظ أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ مِّن رَّبِّكُمْ میں کہی گئی۔ گفتگو کے وقت، موضوع اور سیاق و سباق کو مدنظر رکھیں تو آیت مبارکہ اور اس کے بعد والی آیت ۱۰۶ سے واضح ہے کہ غصے اور حسد کے مارے کفر کرنے والوں کی اس خواہش کا اظہار ہے کہ اللہ کی جانب سے اہلِ ایمان پر مزید آیات نازل نہ ہوں۔ یہ لوگ قرآنِ مجید کی نازل کردہ آیات کے متعلق یوں کہتے تھے

وَإِذَا قِيلَ لَهُم مَّاذَآ أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوٓاْ أَسَـٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾ (النحل۔۲۴)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے ''وہ کیا ہے جو تمہارے رب نے نازل کیا ہے؟'' وہ جواب میں کہتے ہیں ''اگلے لوگوں کی کہانیاں''

لیکن قرآنِ مجید کی آیات کے نزول پر دوسرے لوگ کا رویہ یہ تھا

وَقِيلَ لِلَّذِينَ ٱتَّقَوْاْ مَاذَآ أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُواْ خَيْرًا ۗ (حوالہ النحل۔۳۰)

''اور ان لوگوں سے جو اللہ سے ڈرتے ہیں کہا جاتا ہے ''وہ کیا ہے جو تمہارے رب نے اتارا ہے؟'' وہ کہتے ہیں ''خَيْرًا''۔

قرآنِ مجید کے نزول کے زمانہ کے لوگوں کی خواہش کے حوالے سے دیکھیں تو اس فرمان

وَٱللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَـٰفِرُونَ ۝ کے معنی اور مفہوم یہ واضح ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نور، قرآنِ مجید کو پورا نازل فرما کر رہیں گے اگرچہ کافروں کی خواہش کے برعکس ہونے کی بناء پر انہیں برا ہی لگے۔

اہلِ کتاب میں سے کفر کرنے والے، مشرکین اور منافقین اپنی کوششوں میں لگے ہی رہیں گے کہ من گھڑت کہانیوں' داستانوں، روایات کو جھاگ کی طرح ابھارتے، دہراتے اور مشتہر کرتے رہیں کہ اللہ رب العزت کے نازل کردہ نُورًا مُّبِينًا قرآنِ مجید کی آیات مبارکہ دب کر رہ جائیں لیکن انجام یہ ہوگا

وَٱلَّذِينَ سَعَوۡاْ فِيٓ ءَايَٰتِنَا مُعَٰجِزِينَ أُوْلَٰٓئِكَ أَصۡحَٰبُ ٱلۡجَحِيمِ ﴿٥١﴾

''اور وہ لوگ جنھوں نے ہماری (نازل کردہ) آیتوں کو پست کرنے کی کوشش کی وہ اصحاب دوزخ ہیں'' (الحج ۔۵۱)۔

یہ انجام ان کا ایسی کوشش کرنے کی بناء پر ہوگا اور ان کی کوششیں بھی کبھی دیر پا اور بارآور نہ ہوں گی کیونکہ اللہ کا فرمان ہے

وَإِنَّهُۥ لَكِتَٰبٌ عَزِيزٌ ''اور بیشک یہ تو ایک غالب کتاب ہے۔

لَّا يَأۡتِيهِ ٱلۡبَٰطِلُ مِنۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِهِۦۖ تَنزِيلٌ مِّنۡ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ (فصلت ۴۲)

اس میں باطل نہ اس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے۔ ایک حکمت والے اور صاحب تعریف کی جانب سے نازل کیا گیا''

قرآن مجید میں تحریف ممکن ہی نہیں اور اس کے متعلق من گھڑت روایتیں اور جھوٹ اور گمان پر مبنی خیال آرائیاں بتدریج اپنی موت آپ مرجائیں گی۔ باطل صرف مٹنے کیلئے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَٱللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّمَّا خَلَقَ ظِلَٰلًا

''اور اللہ ہی نے تمہارے لئے ان چیزوں سے جو اس نے پیدا کی ہیں سائے بنائے'' (حوالہ النحل ۔۸۱)

قرآنِ مجید نے سائے (shadow) کی حقیقت کو روشنی کے حوالے سے بیان فرمایا۔ سورۃ الفرقان کی آیت ۴۵ میں ارشاد فرمایا

أَلَمۡ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيۡفَ مَدَّ ٱلظِّلَّ وَلَوۡ شَآءَ لَجَعَلَهُۥ سَاكِنًا

''کیا تو نے اپنے رب (کی قدرت) کی طرف نہیں دیکھا کہ اس نے سائے (shadow) کو کیسے لمبا کیا (بچھایا) ہے؟

اور اگر وہ چاہتا تو اسے (گھٹنے، بڑھنے کی بجائے) ساکن بھی رکھ سکتا تھا

ثُمَّ جَعَلۡنَا ٱلشَّمۡسَ عَلَيۡهِ دَلِيلًا ۝

بعد ازاں ہم نے سورج (کی روشنی) کو اس پر ''دلیل'' بنایا''۔

دَلِيلًا کے معنی اور مفہوم پر غور کرنے سے اندازہ ہوگا کہ اللہ رب العزت نے سورج کی روشنی کو سمجھنے اور غور وفکر کیلئے انسان کو بنیاد مہیا کر کے تحقیق کی دعوت دی ہے۔ دَلِيلًا کا مادہ ''دل ل'' ہے۔ دَل المراء بیوی کا اپنے شوہر سے ناز ونخرے کرنا، اس کا فرط ناز میں ایسی حرکتیں کرنا جن سے بظاہر نظر آئے کہ شوہر کی مخالفت کر رہی ہے لیکن درحقیقت ایسا نہ ہو۔ کسی کو راستہ دکھا دینے نیز علامتوں سے کسی چیز کا پتہ بتا دینے کو کہتے ہیں۔ جناب راغب نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ چیز ہوتی ہے جس سے کسی دوسری چیز کی معرفت حاصل کی جائے۔ ابن فارس نے کہا ہے کسی چیز کو کسی ایسی علامت کے ذریعے ظاہر کر دینا جسے تم غور وفکر کے بعد بتدریج جانو۔

سایہ (shadow) کیا ہے؟ یہ کیسے ''وجود'' میں آتا ہے؟ کیا ہمارا سایہ روشنی (visible light) کی شعاعوں کے سامنے آڑ، رکاوٹ بننے سے پیدا ہوتا ہے (یا بنتا ہے)؟ یا شعاؤں کے جذب (absorb) ہونے سے بنتا ہے جیسے ایکس رے X) (rays بھی تو سایہ، shadow, Image بناتی ہیں۔ یا سایہ روشنی (visible light) کی شعاعوں کے علاوہ دوسری شعاعوں (rays,radiation) کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہونے سے وجود پذیر ہوتا ہے؟ electromagnetic radiation کا علم رکھنے والے ہی اس بارے میں بہتر انداز میں جواب دے سکتے ہیں کیونکہ مجھے روشنی اور انرجی کے متعلق عبور حاصل نہیں۔ انسائکلو پیڈیا کو کھنگالنے کے بعد بھی اس سوال کا خاطر خواہ جواب نہیں مل سکا۔ قرآنِ مجید نے سورۃ فاطر میں بتایا

وَمَا يَسْتَوِي ٱلْأَعْمَىٰ وَٱلْبَصِيرُ ﴿١٩﴾ وَلَا ٱلظُّلُمَـٰتُ وَلَا ٱلنُّورُ ﴿٢٠﴾ وَلَا ٱلظِّلُّ وَلَا ٱلْحَرُورُ ﴿٢١﴾

''اور اندھا اور دیکھنے والا برابر (ایک جیسے) نہیں ہوتے۔ اور نہ اندھیرے اور روشنی۔ اور نہ سایہ اور دھوپ ایک جیسے ہوتے ہیں''

ان آیات سے واضح ہے کہ سائے، shadow کا تعلق بھی روشنی، electromagnetic radiation ہی سے ہے لیکن یہ اندھیرے (darkness) کے مترادف، synonym نہیں ہے اگرچہ ایک حد تک اندھیرے (darkness) کے مشابہ ہے لیکن روشنی اور بصیر (دیکھنے والا) کا الٹ، antonym نہیں ہے کہ اندھا سائے اور دھوپ میں باآسانی فرق کرسکتا ہے جبکہ اندھیرے اور روشنی اس کیلئے کوئی معنی اور فرق نہیں رکھتے۔

ٱلظِّلُّ کا مادہ ''ظ ل ل'' ہے اور اس کے معنی سایہ، دھوپ نہ ہونا ہیں۔ تپتے ریگستانوں میں سایہ راحت وآسائش کا سبب ہے اس بناء پر راحت وآسائش کی ہر چیز کا کنایہ ہے۔ ابن فارس نے کہا کہ اس کے بنیادی معنی ایک چیز کا دوسری چیز کو چھپا لینا ہیں۔ اور ٱلْحَرُورُ کا مادہ ''ح ر ر'' ہے اور معنی تپش، گرمی، دھوپ، حرارت ہیں۔ قرآنِ مجید نے ٱلظِّلُّ، سائے کے متعلق بتایا ہے کہ اس میں حرارت، تپش نہیں ہوتی۔ روزِ قیامت بائیں ہاتھ والوں یعنی دوزخیوں کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ ایسے ماحول میں ہوں گے

وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ ﴿٤٣﴾

''اور سیاہ دھویں کی چھاؤں میں''۔ لیکن یہ چھاؤں اصل سایہ سے مختلف ہوگی کیونکہ

لَّا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ﴿٤٤﴾

''یہ (سایہ، چھاؤں) نہ ٹھنڈی ہوگی، نہ آرام دہ'' (الواقعۃ ۔۴۳۔۴۴)

اس طرح قرآنِ مجید نے ٱلظِّلُّ، سائے کی بنیادی صفت یہ بتائی ہے کہ یہ 'بارد' یعنی ٹھنڈا ہے، گرمی، تپش، حرارت کی ضد ہے۔

''چلو اس کی طرف جسے تم جھٹلاتے تھے''۔ ناکام ہونے والوں لوگوں کو دوزخ کی جانب لے جایا جائے گا۔ یہ کیسا ماحول ہے؟

ٱنطَلِقُوٓاْ إِلَىٰ ظِلٍّ ذِى ثَلَٰثِ شُعَبٍ ﴿٣٠﴾ لَّا ظَلِيلٍ وَلَا يُغْنِى مِنَ ٱللَّهَبِ ﴿٣١﴾

چلو تین جہتوں والی ''چھاؤں'' کی طرف۔ جو نہ سایہ دیتی ہے اور نہ تپش، حرارت سے بچاتی ہے'' (حوالہ المرسلات۔۲۹۔۳۱)

إِنَّهَا تَرْمِى بِشَرَرٍ كَٱلْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ ''وہ پھینکتی ہے کوتاہ اور مختصر، سمٹی ہوئی چنگاریاں''

كَأَنَّهُۥ جِمَٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ ''گویا وہ چنگاریاں مانند زرد (yellow) اونٹ ہوں''۔ (المرسلات ۳۲۔۳۳)

ٱللَّهَبِ کا مادہ ''ل ھ ب'' ہے اور معنی ہیں شعلے کی حرارت، تپش۔ ''شرر'' کا مادہ ''ش ر ر'' ہے اور اس کے معنی چنگاریاں ہیں جو آگ پھینکتی ہیں۔ ابن فارس نے کہا ہے کہ اس مادہ کے بنیادی معنی منتشر ہو جانے، ادھر اُدھر اڑ جانے اور بکھر جانے کے ہیں۔ اور ''قصر'' کے معنی طویل نہ ہونا، کوتاہ، مختصر ہونا، سمٹا ہوا ہیں۔

تپش، حرارت کا سبب سورج سے خارج ہونے والی Infra-red radiation ہے جو electromagnetic energy ہی کی ایک شکل ہے اور وہ طویل نہیں ہوتی بلکہ کوتاہ، سمٹی ہوئی ہوتی ہے ثُمَّ جَعَلْنَا ٱلشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ۝ پھر ہم نے سورج کو اس پر ''دلیل'' بنایا''۔ اس طرح واضح ہے کہ سائے کا ''وجود'' سورج کی Infra-red radiation سے محفوظ ہوتا ہے۔ عام فہم انداز میں انسائکلو پیڈیا اینکارٹا میں اس ''حرارت'' کو یوں بیان کیا گیا ہے:

Infrared radiation is another form of electromagnetic energy , similar to visible light and radio waves, but differing by its wavelength (or frequency); all such waves travel at the speed of light in a vacuum. Infrared wavelengths begin around 0.0007 mm just beyond the reddest light that the human eye can detect , this is called the "near" infrared, and grow in size to about 0.35 mm in the "far" infrared. Wavelengths larger than this bel ong to the sub-millimeter, microwave and radio parts of the electromagnetic spectrum. Infrared radiation is also called "thermal" or heat radiation.

سائے کے مقابل ٱللَّهَبِ حرارت، تپش بتائی گئی اور اس حرارت کا سبب کوتاہ، مختصر، سمٹی ہوئی ''چنگاریاں'' ہیں اور ان چنگاریوں کو زرد (Yellow) اونٹوں سے تشبیہ دی گئی۔ ہر گرم چیز infrared radiation، حرارت کو خارج (emit) کرتی ہے۔ اور اس حرارت کی wavelength کوتاہ، مختصر اور سمٹی ہوئی ہوتی ہے۔

سایہ آنکھ کو دکھائی دینے والا ایک ہلکا اندھیرا نہیں۔ سایہ اپنے آپ میں ایک حقیقت ہے۔ یہ انسان کے اس مادی جسم (شئے) کی پرچھائیں ہے جس پر اس کا مکمل اختیار ہے اور اس کے تابع ہے۔ مادی جسم انسان کے اس قدر تابع اور بس میں ہے کہ اپنی مرضی سے

چاہے بھی تو اپنے رب کے حضور سجدہ ریز نہیں ہوسکتا لیکن اس جسم کی پرچھائیں، سائے پر انسان کو کچھ اختیار حاصل نہیں۔ اللہ رب العزت نے سورۃ الرعد کی آیت ۱۵ میں ارشاد فرمایا:

وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلَٰلُهُم بِٱلْغُدُوِّ وَٱلْآصَالِ ۩ ﴿١٥﴾

''اور آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے، خوشی اور ناخوشی سے اللہ کیلئے سرنگوں ہے اور صبح وشام ان کے سائے سجدہ ریز ہوتے ہیں''

(آیت سجدہ ہے۔ آئیں اپنے رب کو سجدہ کریں)

أَوَلَمْ يَرَوْا۟ إِلَىٰ مَا خَلَقَ ٱللَّهُ مِن شَىْءٍ يَتَفَيَّؤُا۟ ظِلَٰلُهُۥ عَنِ ٱلْيَمِينِ وَٱلشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلَّهِ وَهُمْ دَٰخِرُونَ ﴿٤٨﴾

''اور کیا انہوں نے ان چیزوں کو نہیں دیکھا جو اللہ نے پیدا کی ہیں کہ ان کے سائے دائیں اور بائیں پڑتے ہیں، اللہ کو عاجزی سے سجدہ کرتے ہوئے؟'' (سورۃ النحل۔۴۸)

سایوں، **shadows** کے سجدہ کو صبح اور شام کے حوالے سے بتایا گیا ہے جن کی پہچان، تعلق سورج کے حوالے سے ہے اور سورج ہی کو سائے پر دلیل بتایا گیا ہے۔ اور سورۃ الفرقان کی آیت ۴۶ میں سائے کے متعلق بتایا

ثُمَّ قَبَضْنَٰهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ﴿٤٦﴾

''پھر اسے آرام سے اپنی طرف سمیٹ لیا''۔

سایہ ہلکا اندھیرا نہیں، سایہ اپنے آپ میں ایک حقیقت ہے۔

اللہ رب العزت نے باہم گر طبقات، پیوست گروں کے انداز میں سات آسمانوں کی تخلیق اور آسمان دنیا کے متعلق بتایا ہے

وَجَعَلَ فِيهَا سِرَٰجًا وَقَمَرًا مُّنِيرًا ۝

''اور آسمان (دنیا) میں چراغ (سورج) بنایا اور چاند کو منیر (روشنی منعکس کرنے والا) بنایا'' (حوالہ سورۃ الفرقان۔۶۱)

وَجَعَلَ ٱلْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ ٱلشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾

''اور ان (ساتوں آسمانوں) میں قمر (چاند) کو نور بنایا اور شمس (سورج) کو چراغ'' (سورۃ نوح۔۱۶)

وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا ﴿١٣﴾

''اور ہم نے چراغ (سورج) کو دہکتا، منبع حرارت بنایا'' (النباء۔۱۳)

اَلشَّمۡسَ کو سِرَاجًا کہا گیا۔ اس کا مادہ ''س رج'' ہے اور معنی ہیں چراغ، ہر وہ چیز جو روشنی دے۔ اور قرآنِ مجید نے سِرَاجًا کے متعلق بتایا کہ اسے وَهَّاجًا بنایا ہے۔ اس کا مادہ ''وھج'' اور معنی آگ کا روشن ہونا، جلنا اور بھڑکنا، اور آگ کی حرارت (energy) ہیں

وَٱلشَّمۡسِ وَضُحَىٰهَا ﴿١﴾

''قسم سورج کی اور اس کی دھوپ کی'' (الشمس۔۱)

دھوپ میں حرارت ہے۔ اس طرح واضح کر دیا گیا ہے کہ سورج میں سے روشنی اور حرارت خارج ہوتی ہے۔ اندھا روشنی کو دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہونے کے باوجود سورج، دن کو محسوس کر سکتا ہے۔ سایہ اور دھوپ ایک جیسے نہیں ہوتے۔ اس لئے سایہ (shadow) اندھیرے کا مترادف نہیں ہے۔

روشنی (Light) انسان کیلئے ابتدا ہی سے ایک مشکل اور پیچیدہ مضمون رہا ہے۔ قرآنِ مجید نے سورج اور چاند کی روشنی کو الگ الگ نام دیئے ہیں۔ اَلشَّمۡسَ کو سِرَاجًا وَهَّاجًا لیکن چاند کو قَمَرًا مُّنِيرًا (روشنی منعکس کرنے والا، reflecter) قرار دیا ہے۔ سورج کو وَهَّاجًا قرار دیتے ہوئے یہ بھی بتایا

هُوَ ٱلَّذِي جَعَلَ ٱلشَّمۡسَ ضِيَآءً وَٱلۡقَمَرَ نُورًا

''اسی اللہ نے سورج کو 'ضیاء' بنایا اور چاند کو 'نورًا' بنایا ہے'' (حوالہ یونس۔۵)

لغت میں ''ضِيَـــآءً'' کا مادہ ''ض و ا'' اور معنی نور، روشنی لکھے ملتے ہیں۔ زمخشری نے لکھا ہے کہ یہ لفظ نور سے زیادہ شدت اور قوت رکھتا ہے۔ اور بعض کے مطابق ''یہ کسی کی ذاتی روشنی کو کہتے ہیں اور نور اس روشنی کو کہتے ہیں جو دوسرے سے اکتساب کی گئی ہو'' (تاج)۔

قُلۡ أَرَءَيۡتُمۡ إِن جَعَلَ ٱللَّهُ عَلَيۡكُمُ ٱلَّيۡلَ سَرۡمَدًا إِلَىٰ يَوۡمِ ٱلۡقِيَٰمَةِ مَنۡ إِلَٰهٌ غَيۡرُ ٱللَّهِ يَأۡتِيكُم بِضِيَآءٍۚ أَفَلَا تَسۡمَعُونَ ﴿٧١﴾

''آپ (ﷺ) کہیں ''کیا تم نے غور کیا کہ اگر اللہ روز قیامت تک ہمیشہ کیلئے تم پر رات رکھے

تو اللہ کے سوا کون الٰہ ہے جو تمہارے پاس ضیاء لائے گا؟ کیا تم سنو گے نہیں؟'' (القصص۔۷۱)

سورج، آگ سے پیدا ہونے والی ضِيَآءً دنیا میں چکا چوند اور مادے میں حرکت (atoms are excited) پیدا کر دیتی ہے، اور دنیا کی اس چکا چوند میں جذب ہو جانے والوں کو دکھائی کم ہی دیتا ہے، فرمایا أَفَلَا تَسۡمَعُونَ ''کیا تم سنو گے بھی نہیں؟''۔

بصارتوں کے علاوہ ایک سماعت ہی ہے جو علم، غور و فکر، روشنی کی منزل پر لے جا سکتی ہے۔ قرآنِ مجید نے واضح فرمایا ہے کہ جلائے جانے

پر آگ اپنے اردگرد، ماحول کو ضِیَآءً دیتی ہے، روشن ومتحرک کرتی ہے، اور بصارت (نور) کیلئے قابل احساس بناتی ہے۔ منافقین کے طرزِ عمل کی مثال بتائی:

مَثَلُهُمۡ كَمَثَلِ ٱلَّذِى ٱسۡتَوۡقَدَ نَارًا فَلَمَّآ أَضَآءَتۡ مَا حَوۡلَهُۥ

''ان (منافقین) کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جنہوں نے آگ جلائی تو جب ماحول منور ہو گیا تو

ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوۡرِهِمۡ وَ تَرَكَهُمۡ فِىۡ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ۝

اللہ ان کا ''نور'' لے گیا اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ اب دیکھ نہیں سکتے'' (البقرۃ۔۱۷)

آگ جلانے پر ماحول کو ضیاء ملی لیکن بصارت اور اندھیرے کا تعلق ''نور'' سے ہے۔ بتایا گیا کہ

كُلَّمَآ أَضَآءَ لَهُم مَّشَوۡاْ فِيهِ وَإِذَآ أَظۡلَمَ عَلَيۡهِمۡ قَامُواْۚ جب بھی ان کیلئے جگہ کو روشن، منور کیا جاتا ہے تو وہ اس میں چل پڑتے ہیں، اور جب ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو ساکت ہو جاتے ہیں (حوالہ البقرۃ۔۲۰)۔ ضیاء سے ماحول منور، روشن، متحرک ہو جاتا ہے۔ آگ سے پیدا ہونے والی ضِیَآءً میں سے جس شئے نے ماحول کو بصارتوں کیلئے عیاں کیا وہ ''نور'' ہے جو انسان کو حرکت، عمل میں معاونت کرتا ہے۔ ضِیَآءً نہ ہو تو اندھیرا چھا جاتا ہے اور یوں ضِیَآءً اور اندھیرا ایک دوسرے کی (antonym) ضد ہیں

سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۷ اور سورۃ النور کی آیت ۳۵ سے واضح ہے کہ بنیادی طور پر ضِیَآءً آگ کا نتیجہ ہے

يَكَادُ زَيۡتُهَا يُضِىٓءُ وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡهُ نَارٌۚ

''قریب ہے کہ اس کا تیل (روغن زیتون) روشن (ضِیَآءً) ہو جائے اگرچہ اسے آگ نے چھوا بھی نہ ہو'' (حوالہ النور۔۳۵)

یہ کہہ کر کہ ''اگرچہ اسے آگ نے چھوا بھی نہ ہو'' واضح فرمایا کہ ضِیَآءً اگرچہ اس شئے، روشنی کو کہتے ہیں جو آگ کے جلائے جانے پر ماحول کو روشن، بصارتوں کیلئے واضح، قابل محسوس بناتی ہے لیکن ''نور'' باعث ضِیَآءً یعنی منور اور اجالا کرنے کیلئے ہے جو بصارت پیدا کرتا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ ضیاء میں دو باتیں ہیں ایک ''نور، روشنی، بصارت'' اور دوسری آگ یعنی تپش اور حرارت۔

نور دکھائی دینے والی روشنی (visible light) ہے جو اندھیروں کو مٹا دیتی ہے۔ اور یہ بارد ہے کہ اس میں حرارت، تپش نہیں۔ اور یہی دنیا میں حیات (بذریعہ رزق، plant photosynthesis) کی ضامن ہے۔ قرآنِ مجید نے ''نور'' کو ظُلُمات کے مقابل بیان کیا ہے۔ فرمایا وَجَعَلَ ٱلظُّلُمَٰتِ وَٱلنُّورَۖ ''اور اندھیرے (تاریکیاں) اور نور پیدا کیا'' (حوالہ الانعام۔۱)

نور صیغہ واحد ہے اور اندھیرے کیلئے ہمیشہ جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ جہاں روشنی (نور، visible light) نہ پہنچے اندھیرے جنم

لیتے ہیں۔ سورۃ النور میں یہ مثال دینے کے بعد کہ ''کفار کے اعمال صحرا کے اس سراب کی مانند ہیں جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے'' آیت ۴۰ میں کفار کی حالت کی جو تشبیہ دی گئی ہے اس سے 'اَلظُّلُمٰتِ' کی تعریف، معنی اور مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

أَوْ كَظُلُمَٰتٍ فِى بَحْرٍ لُّجِّىٍّ يَغْشَىٰهُ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِۦ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِۦ سَحَابٌ ۚ ظُلُمَٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَآ أَخْرَجَ يَدَهُۥ لَمْ يَكَدْ يَرَىٰهَا ۗ وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ ٱللَّهُ لَهُۥ نُورًا فَمَا لَهُۥ مِن نُّورٍ ﴿٤٠﴾

''یا (کافروں کے اعمال کی مثال ایسے ہے) جیسے تاریکیاں ان وسیع، گہرے موجوں والے سمندر میں جس میں لہر کے اوپر لہر چھا رہی ہو اور لہر کے اوپر ابرِ تاریکی، ایک تہہ کے اوپر ایک ابرِ تاریکی۔ جب وہ اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھ پائے۔
اور جس کیلئے اللہ نور نہ رکھے اس کیلئے کوئی نور نہیں ہوتا''

قرآنِ مجید نے کافروں کے اعمال کو سمندروں کی گہرائی میں پائی جانے والی جس پنہاں حقیقت کے مثل آج سے چودہ سو سال قبل قرار دیا تھا آج اس مماثلت کی باریکی، نفاست اور نزاکت (precision) آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہے۔ سائنسدانوں نے سمندروں میں جھانک لیا ہے۔ وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ گہرے سمندروں میں اوپر تلے اندرونی لہریں ہوتی ہیں اور تہہ بر تہہ اندھیرا ہوتا ہے۔ بڑے اور گہرے سمندروں میں گہرے اندھیرے کا ایک سبب یہ ہے کہ اسکی ایک تہہ کے بعد دوسری تہہ تک روشنی (visible light) کے رنگ بتدریج جذب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ روشنی کی شعاع سات رنگوں کا مجموعہ ہے جو قوس قزح میں دکھائی دیتے ہیں۔ ایسے سمندروں کی پہلی تہہ میں سرخ رنگ جذب ہو جاتا ہے اس لئے اگر ایک مخصوص گہرائی میں کسی غوطہ خور کا زخمی ہونے پر خون نکل آئے تو اسے خون دکھائی نہیں دے گا۔ اگلی تہہ تک شعاعوں کا اورنج رنگ پھر پیلا رنگ جذب ہو جائے گا۔ اور آخر میں نیلا رنگ بھی جذب ہو جائے گا جس کی وجہ سے تقریباً ایک ہزار میٹر کی گہرائی میں قطعی کوئی روشنی نہیں ہوتی۔ اندھیرا، تاریکی بتدریج تہہ بر تہہ بڑھتے ہوئے گھپ اندھیرا چھا جاتا ہے۔ ایسا اندھیرا کہ إِذَآ أَخْرَجَ يَدَهُۥ لَمْ يَكَدْ يَرَىٰهَا ۗ ''جب وہ اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھ پائے وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ ٱللَّهُ لَهُۥ نُورًا فَمَا لَهُۥ مِن نُّورٍ اور جس کے لئے اللہ روشنی نہ رکھے اس کیلئے کوئی روشنی نہیں ہوتی' یارب! یہی سچ اور اٹل حقیقت ہے، اور تیری باتوں کو پڑھ کر خوف آتا ہے۔ چودہ سو سال قبل انسان سمندروں کی اس قدر گہرائی میں جھانک نہیں سکتا تھا۔ سورۃ نور کی آیت ۴۰ میں بتائی ہوئی حقیقت کو آنکھوں سے دیکھ کر دنیا سے تسلیم بھی انہی لوگوں نے کرایا ہے جن کے متعلق یہ تشبیہ دی گئی تھی لیکن پھر بھی کتاب لاریب، قرآنِ مجید کو تسلیم کرنے میں انہیں تذبذب ہے کہ قلوب میں اس قدر اندھیرا ہے کہ سامنے پڑے ''نور'' قرآنِ مجید کو دیکھ بھی نہیں سکتے۔ سچ ہے آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں یہ دل ہیں جو اندھے ہو جاتے ہیں۔ قرآنِ مجید نے

''نور''یعنی دکھائی دینے والی روشنی (visible light) کو ہی وہ ذریعہ بنایا ہے جس سے انسان زندگی پانے پر دنیا میں چلتا پھرتا ہے

سورۃ الانعام کی آیت ۱۲۲ میں فرمایا:

أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَـٰهُ وَجَعَلْنَا لَهُۥ نُورًا يَمْشِى بِهِۦ فِى ٱلنَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُۥ فِى ٱلظُّلُمَـٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَـٰفِرِينَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿١٢٢﴾

''اور کیا وہ جو مادی (قابل ذکر نہیں) شئے تھا، پھر ہم نے اسے زندگی دی اور اس کیلئے نور بنایا جس سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے اس کی مانند ہے جو اندھیروں میں ہے جن سے وہ نکل نہیں سکتا؟ مگر اسی طرح کافروں کیلئے ان کے کام خوشنما بنا دیئے گئے ہیں!''

وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِۦ

''اور تمہارے لئے نور (visible light) مقرر کرے گا جس کی مدد سے تم چلو گے'' (حوالہ الحدید۔۲۸)

نور راستہ دکھاتا اور راستے پر ڈالتا ہے۔

قرآنِ مجید نور ہے۔ نازل کہاں ہوا؟

نَزَّلَهُۥ عَلَىٰ قَلْبِكَ

''اسے بتدریج نازل کیا ہے آپ (ﷺ) کے قلب مبارک پر'' (حوالہ البقرۃ۔۹۷)۔

آقائے نامدار ﷺ کے قلب مبارک پر قرآنِ مجید نازل ہوا اور قلب مبارک اُس کا امین ہے جو نور ہے۔

وَٱتَّبَعُوا۟ ٱلنُّورَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ مَعَهُۥٓ ۙ

''اور اس نور (قرآنِ مجید) پر چلے جو ان (آقائے نامدار ﷺ) کے ساتھ نازل کیا گیا'' (حوالہ الاعراف۔۱۵۷)

وَٱلنُّورِ ٱلَّذِىٓ أَنزَلْنَا ۚ

''اور اس نور (قرآنِ مجید) پر جو ہم نے نازل کیا'' (حوالہ التغابن۔۸)

موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل کو عطا فرمایا

إِنَّآ أَنزَلْنَا ٱلتَّوْرَىٰةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۚ

''ہم نے تورات نازل کی تھی جس میں ہدایت اور نور تھا'' (حوالہ المائدہ۔۴۴)

وَءَاتَيْنَـٰهُ ٱلْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ

''اور انہیں (عیسیٰ علیہ السلام) عطا فرمایا انجیل کو جس میں ہدایت اور نور تھا'' (حوالہ المائدہ۔۴۶)

تورات کے متعلق یہ حقیقت بھی بتائی

وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَٰرُونَ ٱلْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَذِكْرًا لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٤٨﴾

''اورہم نے موسیٰ اور ھارون (علیہم السلام) کو بھی فرق کرنے والی کتاب دی جو ضیاء اور پرہیز گاروں کیلئے نصیحت تھی'' (الانبیاء۔۴۸)
تورات مبارک کو ضِيَآءً بھی کہا گیا اور الگ سے نور بھی۔ قرآنِ مجید لازوال تفسیر حقیقت ہے۔ یہ آدھی خبر اور آدھا سچ بیان نہیں کرتا۔ یہ بیانِ حقیقت ہے اور حقیقت ایک ایسا سچ ہے جس پر زمان و مکان اثر انداز نہیں ہوتے۔ تورات الواح پر لکھی ہوئی عطا ہوئی تھی جنھیں موسیٰ علیہ السلام اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے قوم میں واپس آئے تھے۔ ضیاء مجموعہ ہے نور یعنی دکھائی دینے والی روشنی اور حرارت کی لہروں کا۔ پتھر کی سلیں (الواح) حرارت (infrared radiation) کو جذب کرتی ہیں تو پھر حرارت کو خارج (emit) بھی کرتی ہیں۔
''تورات'' کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ یہ مادہ ''و ر ی'' سے ہے جس میں چھپنے اور ظاہر ہونے کے دونوں معنی پائے جاتے ہیں۔ اس میں چھپانے اور ظاہر کرنے کے دونوں پہلو بیک وقت موجود ہوتے ہیں۔ اس صورت میں ''تورات'' کے معنی اس کتاب کے ہوں گے جس میں سے حرارت اور روشنی حاصل کی جائے۔ اور یہی معنی ''ضیاء'' کے ہیں۔ حرارت کی لہریں پنہاں اور (visible light) روشنی ظاہر ہے۔

جس ہاتھ نے نور (الواح توریت) تھاما ہو وہ لوگوں کی نگاہوں میں بے داغ روشن چمکتا ہے اور جس قلب میں نور نازل ہو اس جسم کی رگوں میں نور دوڑتا ہے اور وہ سراپا سِرَاجًا مُّنِيرًا ہوتا ہے جو چار سو نور بکھیرتا ہے۔

وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذْنِهِۦ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴿٤٦﴾

''اور (آپ ﷺ) اللہ کی طرف اس کی اجازت سے بلانے ولے، اور نور بکھیرنے والے چراغ ہیں'' (الاحزاب۔۴۶)
اپنے آقا، آقائے نامدار ﷺ کو سراپا نور کہہ کر میں پکارتا ہوں تو کیا کسی ماہر لسان کو اس پر اعتراض ہونا چاہئے؟ قرآنِ مجید نے سورج کو ''سِرَاجًا'' اور قمر یعنی چاند کو مُنِيرًا کہا ہے (حوالہ الفرقان۔۶۱)۔ سورج سراپا روشنی ہے، یہ ضیاء، روشنی اور حرارت خارج (emit) کرتا ہے اور چاند روشنی خارج نہیں کرتا بلکہ منعکس کرتا ہے۔ چاند روشنی کے اکثر حصے کو جذب کر لیتا ہے اور کچھ حصے (شاید سات فیصد) کو منعکس کر دیتا ہے۔ لیکن اگر مُنِيرًا کو خصوصیت اور صفت سِرَاجًا'' کی بتائیں تو پھر یہ ایسے سراپا نور کو ظاہر کرے گا جو ملنے والے نور کو اپنے اندر جذب کر لینے والا نہیں بلکہ تمام کے تمام نور کو بکھیر دینے والا ہے۔ آقائے نامدار ﷺ پر درود و سلام ہے ہر لمحہ صبح و شام کہ ان سے نور کی بارد کرنیں ہم تک آتی ہیں۔
قرآنِ مجید نور ہے اور نور ہی ہے جو باعث حیات ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱسْتَجِيبُوا۟ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ

''اے ایمان لانے والو! اللہ اور رسول کو جواب دو جب وہ تمہیں اس کی طرف بلائے جو تمہیں حیات دے گا'' (حوالہ الانفال۔۲۴)